Tauseeq, Volume. 7, Issue. 1
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v7i1.1

Received: 21-06-2026
Accepted: 25-06-2026
Published: 30-06-2026

"خیبر پختونخوا کی خواتین سفر نامہ نگار ایک مطالعہ" کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study "Women Travel Writers in Khyber Pakhtunkhwa A Study"

* نبیلہ شاہین

پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر

شعبہ اردو شہید بینظیر بھٹو خواتین یونیورسٹی پشاور

سلمی محبوب

ایم فل، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

Abstract:

Dr. Basmeena Siraj's book Khyber Pakhtunkhwa mein Khawateen Safarnama Nigar: Ek Mutala was published in December 2019. In this critical study, the author analyzes travelogues written by 9 women travel writers from Khyber Pakhtunkhwa between 1993 and 2018. The study examines the literary contributions of Qudsia Qadri, Musarrat Jahan, Salma Shahin, Aftab Iqbal Bano, Bushra Farrukh, Riffat Nasir Ali, Atiya Parveen, and Musharraf Mubashir. Siraj highlights how these women writers shifted travel writing from a male-centered, fact-based narrative to a feminine perspective focused on emotions, cultural observations, human relationships, and social

* نبیلہ شاہین پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر شعبہ اردو شہید بینظیر بھٹو خواتین یونیورسٹی پشاور
سلمی محبوب، ایم فل، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

issues. The research concludes that women travel writers' enriched Urdu literature by introducing sensitivity, detailed observation, and personal experience into the genre. Their work proves that women from Khyber Pakhtunkhwa are not only observers but also interpreters of culture and history. This book serves as an important document for understanding the evolution of women's literature in the region.

Keywords: Women's literature, cultural studies, autobiography, literary criticism, geographical studies, social traditions, history of women in Khyber Pakhtunkhwa.

ڈاکٹر بسمینہ سراج کی ادبی مسافت کا آغاز تصنیف "خیبر پختونخوا میں خواتین سفر نامہ نگار ایک مطالعہ" سے ہوا۔ موصوفہ نے عصری تقاضوں کے پیشِ نظر خواتین قلمکاروں کے بیانیے کو ادبی دھارے میں لانے کی سعی کی ہے۔ انہوں نے روایتی بیانیے سے ہٹ کر مناظر کی عکاسی کے ساتھ خواتین کے داخلی تجربات کو بھی قلمبند کیا۔ اس تصنیف میں مصنفہ نے نہ صرف ادبی روایت کو فروغ دیا بلکہ معاشرتی شعور اجاگر کرنے میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ بسمینہ اس کتاب کی مصنفہ نہیں بلکہ محققہ ہیں جنہوں نے 1993 سے 2018 تک کی 9 خواتین سفر نامہ نگاروں کو ایک جگہ جمع کر کے انہیں ادبی شناخت دی۔ ان کا کام صرف سفر نامے شائع کرنا نہیں تھا بلکہ ہر تحریر کا تنقیدی جائزہ لے کر یہ ثابت کرنا تھا کہ پختون خواتین کا نسائی نقطہ نظر اردو ادب کے لیے کتنا اہم ہے۔ بسمینہ نے ہر خاتون کے انداز، زبان اور موضوع کو الگ الگ پرکھا۔ وہ لکھتی ہیں کہ ان خواتین نے ثابت کیا کہ سفر صرف مردوں کا حق نہیں، عورت بھی پہاڑوں، دریاؤں اور غیر ملکی تہذیبوں کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر قلمبند کر سکتی ہے۔ اس طرح بسمینہ نے ایک ایسی تاریخ محفوظ کی جو اپنی مثال آپ ہے۔ڈاکٹر قدسیہ قریشی لکھتی ہے:

> " سفر نامے کی بنیادی خصوصیات یہ ہیں کہ اس کی نثر دلکش ہو، مشاہدہ گہرا ہو مصنف جس لطف سے سرشار ہے قاری کو اس میں برابر کا شریک کر سکے۔یعنی مصنف کے ساتھ ساتھ قاری بھی سیر کرنے لگے۔ سفر ناموں کی دلچسپی، شعوری اور غیر شعوری طور پر زیادہ تر

مصنف کی ذاتی مرقع کشی میں مضمر ہوتی ہے۔ دل کے ذاتی مرقعوں کی کشش چند ایسی خصوصیات پر مبنی ہیں جو کسی بھی تصنیف کو بقا کا استحقاق عطا کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً سفر نامہ لکھنے والے کا عظیم اور تاریخی واقعات یا تجربات کے زیرِ اثر آنا اور خود پر اس کے عمل اور ردِ عمل، دلی و دماغی کیفیات قلم بند کرنا ہی آنے والی نسلوں کے لئے استفادے کا ضامن ہو سکتا ہے کیوں کہ مختلف ممالک کے تہذیبی حالات اور سیاحوں کے مشاہدات سفر ناموں میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاتے ہیں۔''(1)

بسمینہ کی سب سے بڑی خوبی ان کا موازناتی اور تحقیقی انداز ہے۔ وہ صرف تعریف نہیں کرتیں بلکہ یہ بھی دکھاتی ہیں کہ 1993 کی قدسیہ قدسی اور 2018 کی مشرف مبشر کے انداز میں کیا فرق ہے۔ ان کے نزدیک قدسیہ قدسی نے جرات کی بنیاد رکھی، آفتاب اقبال بانو نے موازنہ کا انداز دیا، اور مشرف مبشر نے عالمی بصیرت شامل کی۔ بسمینہ لکھتی ہیں کہ ان تمام خواتین کا مشترک نکتہ "نسائی حساسیت" ہے۔ان کا یہ مطالعہ اس لیے اہم ہے کہ اس نے ثابت کیا کہ خیبر پختونخوا کی عورت اب صرف سننے والی نہیں، لکھنے والی اور تاریخ بنانے والی بھی بن گئی ہے۔ ان کی کتاب آنے والی محققین کے لیے ایک رہنما دستاویز ہے۔ بسمینہ ''اپنی بات'' میں لکھتی ہیں:

''میں نے خواتین سفر نامہ نگاروں کی تخلیقات جمع کی تو اُن کی تعداد اچھی خاصی بنتی ہے مگر ان سفر ناموں سے اکثر لوگ لاعلم ہیں۔ میری کوشش ہے کہ اس کتاب کے ذریعے لوگوں کو خیبر پختونخوا کی خواتین سفر نامہ نگاروں اور اُن کے سفر ناموں کے بارے میں معلومات حاصل ہوں۔ میں نے تمام خواتین کے سفر نامہ نگاروں اور اُن کے سفر ناموں کی سالِ اشاعت کے اعتبار سے درجہ بندی کی ہے۔ ہر خاتون کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔ حصہ اول میں سفر نامہ کے مباحث پر بحث ہے۔ حصہ دوم میں خیبر پختونخوا کی خواتین سفر نامہ نگاروں کے سفروں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ حصہ سوم میں حاصل مطالعہ کے عنوان سے تمام بحث کو سمیٹا گیا ہے۔''(2)

بسمینہ نے اپنی کتاب "خیبر پختونخوا میں خواتین سفر نامہ نگار ایک مطالعہ" میں صرف اپنی روداد ہی نہیں لکھی، بلکہ انہوں نے خیبر پختونخوا کی دیگر خواتین مصنفات کے سفرناموں پر بھی تنقیدی رائے کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ علاقائی خواتین سفر نامہ نگاروں نے اپنے مشاہدات کو محض واقعات کی شکل میں پیش نہیں کیا، بلکہ اس کے ساتھ نسائی احساسات، ثقافتی اقدار اور سماجی رویوں کو بھی بڑی باریکی سے بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک ان خواتین کا اندازِ بیاں مرد مصنفین سے مختلف ہے کیونکہ وہ مناظر کو تفصیل، جذبات کو گہرائی اور لوگوں کے کردار کو اپنائیت کے ساتھ دیکھتی ہیں۔ بسمینہ کا یہ تنقیدی جائزہ اس بات کا ثبوت ہے کہ خواتین کا سفر نامہ صرف ایک ادبی صنف نہیں بلکہ نسائی بصیرت اور علاقائی ثقافت کا ایک آئینہ بھی ہے۔بقول ڈاکٹر نثار ترابی:

> "ڈاکٹر بسمینہ سراج شہید بینظیر بھٹو خواتین یونیورسٹی کی صدرِ شعبۂ اُردو ہیں۔اور ان کا شمار خیبر پختونخوا سے علاقائی نسبت رکھنے والی ایسی قابلِ تحسین اساتذہ میں ہوتا ہے جن کے نزدیک ادب ذریعہ اظہار نہیں اسلوبِ حیات ہے۔ قبل ازیں تحقیق و تنقید پر مبنی ایک قابلِ ذکر کاوش "نقوش کے خطوط نمبر کا مطالعہ" کے عنوان سے اشاعت پزیر ہوا ہے جسے سنجیدہ ادبی حلقوں میں خصوصیت سے سراہا گیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب تحقیقی کاوش جہاں سفر نامے کی جدید روایت کے تسلسل میں ایک قابل قدر کردار ادا کرے گی وہاں اپنے مباحث کی اہمیت کے پیش نظر اُردو ادب کے قارئین کو عمومی جبکہ سفر نامے کی صنف سے خصوصی رغبت رکھنے والے اہل ادب کو خصوصی طور پر متوجہ کرے گی۔ خیبر پختونخوا میں خواتین کے سفر ناموں پر چونکہ ایک اولین حوالہ جاتی درجے کا اختصاص بھی رکھتی ہیں لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس سے خواتین سفر نامہ نگاروں کی اساس پر یکجا ہونے والے تحقیقی و تاریخی کام کے نئے امکانات کے در بھی وا ہوں گے۔"(3)

اردو سفرنامہ نگاری پر کئی محققین نے تحقیقی کام کیا ہے۔ اس سلسلے میں بسمینہ کی تصنیف "خیبر پختونخوا میں خواتین سفر نامہ نگار ایک مطالعہ" نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ موصوفہ نے اردو ادب میں خواتین قلمکاروں کے سفرناموں کا تفصیلی مطالعہ

پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں احساس کی نئی جہتوں کو ادبی پیرایے میں ڈھالا گیا ہے۔ یہ تصنیف مشاہدے، تجزیے اور بیانیے کے امتزاج سے عبارت ہے جس میں خواتین سفر نامہ نگاروں کی کاوشوں کو تحقیقی عینک سے پرکھا گیا ہے۔ یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے جو بنیادی عناصر، داستانوی اسلوب اور بیانیہ کی تکنیک پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ڈاکٹر بسمینہ سراج کے مطالعے کے مطابق قدسیہ قدسی کی "گرد سفر" خیبرپختونخوا کی خواتین سفر نامہ نگاری کی بنیاد ہے۔ 1993 میں لکھا گیا یہ سفرنامہ اس لیے اہم ہے کہ اس وقت خواتین کا گھر سے نکل کر سفر کرنا اور اسے قلمبند کرنا بہت بڑی جرات تھی۔ مصنفہ لکھتی ہیں کہ قدسیہ قدسی نے مناظر کی تعریف کے ساتھ پختون معاشرے میں عورت کے سفر کرنے کی مشکلات کو بھی بے خوف ہو کر لکھا۔ ان کا انداز سادہ مگر دلیرانہ ہے۔ قدسیہ قدسی نے ثابت کیا کہ عورت صرف گھر کی چار دیواری تک محدود نہیں، وہ پہاڑوں، دریاؤں اور وادیوں کو بھی اپنی آنکھ سے دیکھ کر لکھ سکتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ بسمینہ انہیں "خواتین سفرنامہ نگاری کی پیش رو" قرار دیتی ہیں۔

> "برصغیر پاک و ہند میں ۱۸۴۸ء میں یوسف خان کمبل پوش کے سفر نامے "عجائباتِ فرنگ" سے سفر نامہ نگاری کا آغاز ہوا اور مقبولیت حاصل کی۔تاہم بیسویں صدی میں اس صنف نے بڑی تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کی اور بڑے نامی گرامی ادیبوں نے بہترین سفر نامے تحریر کیے۔ایکسویں صدی سائنس اور ٹیکنالوجی کی صدی ہے اور کمپیوٹر اور انٹرنیٹ نے ہر چیز سے پردے ہٹادیے لیکن اس کے باوجود سفر کرنے کے شوقین سفر کرتے ہیں اور سفر نامے تخلیق کرتے ہیں۔ لیکن جب بات خیبر پختونخوا کی آتی ہے تو اس صنف کی طرف بہت دیر سے توجہ دی گئی۔پہلا سفر نامہ ۱۹۵۸ء میں شریف فاروق کا "لنکن کے وطن میں" منظر عام پر آتا ہے جبکہ خواتین میں پہلا سفر نامہ قدسیہ قدسی کا "گرد سفر" کے نام سے ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا۔یہ بات سب پر عیاں ہے کہ خواتین کو غیر ملکی سفر نامے کے مواقع کم ہی ملتے ہیں۔زیادہ سے زیادہ عمرہ یا حج کا سفر کرنے کا موقع ملتا ہے، لیکن اس کے باوجود اب بھی وقتاً فوقتاً سفر نامے شائع ہورہے ہیں۔اٹک کے اُس پار سفر نامے پر لکھی جانے والی کسی مشہور

کتاب میں صوبہ خیبر پختونخوا کے کسی سفر نامہ نگار کا ذکر نہیں ملتا۔ڈاکٹر ظہور احمد اعوان جنہوں نے اس صوبے میں سب سے زیادہ اچھے، معیاری اور ضخیم سفر نامے لکھے ہیں اُن کا ذکر کسی کتاب میں نہیں ملتا اور خواتین سفر نامہ نگار کو تو کوئی جانتا ہی نہیں۔" (4)

ہر سفر نامہ نویس اپنے بیانیے کا محاسبہ کرتے ہوئے قاری کے سامنے پیش ہوتا ہے۔اسی لیے قاری اس کی شخصیت کے جذباتی پہلوؤں سے فوراً واقف ہو جاتا ہے، چاہے وہ سچ پر مبنی ہو یا مفروضے پر۔ قاری فوراً سمجھ جاتا ہے کہ مصنف کہاں سچا ہے اور کہاں مبالغے سے کام لے رہا ہے۔اس لیے آج کے دور میں اپنی شناخت چھپانا ممکن نہیں رہا۔ نثر کی دیگر اصناف میں مصنف خود کو چھپا سکتا ہے لیکن سفر نامہ نگاری وہ واحد صنف ہے جس میں مصنف اپنی ذات کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوتا ہے۔بسمینہ کی یہ قیمتی تحقیقی و تنقیدی کاوش "خیبر پختونخوا میں خواتین سفر نامہ نگار ایک مطالعہ "خواتین سفر نامہ نگاروں کے علمی و معلوماتی پہلوؤں کو عام قاری تک پہنچاتے ہوئے ان کے ادبی ذوق سے آگاہی فراہم کرتی ہے۔ مصنفہ نے خیبر پختونخوا کی خواتین سفر نامہ نگاروں کے فکری پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کی فکری بصیرت و فنی مہارت کا دل موہ لینے والا تجزیہ پیش کیا ہے۔اسلوب، فکر اور معلومات کے امتزاج سے یہ تصنیف علمی و ادبی حلقوں میں بسمینہ کی اعلیٰ تحقیقی صلاحیتوں کا مظہر ہے۔ محققین، ناقدین اور سفر نامہ سے شغف رکھنے والے قارئین کے لیے یہ کاوش ایک رہنما کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔یہ تصنیف نہ صرف ادبی قدر کی حامل ہے بلکہ نسائی ادب کی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔

" سفر نامہ لکھنے کے لئے ادبی صلاحیتوں کا حامل ہونا ضروری نہیں کوئی بھی شخص لکھ سکتا ہے۔اگر اسے زبان و بیان پر دسترس ہے تو وہ سفر نامہ لکھ سکتا ہے۔بیگم اختر ریاض الدین باقاعدہ ادیب نہیں تھیں لیکن انہوں نے اپنے سفر ناموں "دھنک پر قدم "اور "سات سمندر پار "لکھ کر سفر نامے کو ادبی خوبیوں کا حامل بنا دیا، کیونکہ سفر نامے کا بنیادی مقصد اپنے تجربات اور مشاہدات کو دوسرں تک پہنچانا ہے۔اور اُس ملک کے بارے میں جغرافیائی، تاریخی، ثقافتی، تہذیبی اور سماجی معلومات فراہم کرنا ہے۔"(5)

جب کوئی مسافر کسی نئے خطے کی جانب عازمِ سفر ہوتا ہے تو وہ عینی مشاہدات کا راوی بن جاتا ہے۔ بسمینہ کے تجزیے کے مطابق آفتاب اقبال بانو نے دو مختلف ادوار میں دو مختلف دنیا دیکھی۔ 2012 کے "لینڈ ڈا میگرنٹ" میں وہ مغرب کا سفر کرتی ہیں اور 2014 کے "سرزمینِ سپین" میں مشرق کا۔ بسمینہ نوٹ کرتی ہیں کہ آفتاب اقبال بانو کا خاصہ یہ

ہے کہ وہ صرف عمارتیں اور سڑکیں نہیں دیکھتیں، بلکہ وہاں کی عورتوں کی زندگی، ان کی تعلیم اور آزادی کا موازنہ پختون خواتین سے کرتی ہیں۔ان کا انداز موازناتی ہے۔ بسمینہ لکھتی ہیں کہ آفتاب اقبال بانو نے ثابت کیا کہ سفر نامہ صرف "میں کہاں گئی" نہیں بلکہ "میں نے کیا سیکھا اور ہم کیا بہتر کر سکتے ہیں" بھی ہو سکتا ہے۔ ان کی تحریر میں تعلیمی بصیرت جھلکتی ہے۔

> ''اُن کی یہ کتاب سفر نامہ نہیں بلکہ رپوتاژ ہے کیونکہ یہ سفر نامے کی شرائط پوری نہیں کرتا۔ سفر نامے میں کسی ملک کی تہذیب و ثقافت،تاریخ،جغرافیہ،معیشت اور معاشرت کے بارے میں معلومات ہونا ضروری ہے جبکہ اس سفر نامے میں صرف کینیڈا میں پیش آنے والی مشکلات اور پریشانیوں کا ذکر ہے۔اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب صرف ایک رپوتاژ ہی نہیں ہے بلکہ اُن کی آپ بیتی بھی ہے کہ کس طرح انہوں نے کینیڈا میں مشکل حالات کا سامنا کیا اور کس طرح حالات سے وہ لڑتی رہی اور بلا آخر وہ کامیاب ہوگئی۔اس کتاب میں کینیڈا کے بارے میں مکمل معلومات ملتی ہیں کہ وہاں امیگرنٹس کو کیا کیا مشکلات پیش آتی ہیں۔اس ملک میں کیسے رہا جا سکتا ہے۔کون کون سے کام یا پیشے ایسے ہیں جن کو وہاں کام آسانی سے مل سکتا ہے۔اسے معلوماتی کتابچہ یا گائیڈ بک کا نام دیا جا سکتا ہے لیکن سفر نامہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ سفر نامے کی شرائط پوری نہیں کرتا بہر حال مصنفہ کی کوشش اچھی ہے۔'' (6)

لفظ 'سفرنامہ' دو الگ الگ زبانوں کے الفاظ کے اشتراک سے تشکیل پایا ہے۔ عربی زبان کا لفظ 'سفر' جس کے معنی ہیں ایک مقام سے دوسرے مقام کی جانب نقل مکانی کرنا، جبکہ فارسی زبان کا لاحقہ 'نامہ' تحریری دستاویز یا مکتوب کے لیے مستعمل ہے۔اصطلاحی طور پر سفرنامہ اس ادبی صنف کو کہتے ہیں جس میں مصنف اپنے سفر کے دوران پیش آنے والے واقعات، مناظر، لوگوں کے اطوار اور تہذیب و تمدن کا احوال زمانی ترتیب کے ساتھ بیان کرتا ہے۔اسلامی تعلیمات میں سفر کی بڑی اہمیت ہے۔ قرآنِ حکیم کی متعدد آیات میں سیاحت و سیرِ آفاق کی ترغیب دی گئی ہے، جیسے "سیر فی الارض" کا حکم۔ احادیثِ مبارکہ میں بھی علم کے حصول، تجارت اور تبلیغِ دین کے لیے سفر کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ نبیوں کی سیرت کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام نے مختلف مقاصد کے لیے اسفار کیے۔ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ "السفر قطعة من العذاب" یعنی سفر میں جسمانی و ذہنی مشقت شامل ہوتی ہے۔غفور شاہ قاسم کے مطابق:

''سفر نامہ ایک بیانیہ تحریر ہے جس میں سفر نامہ نگار اپنے محسوسات، مشاہدات، تاثرات اور تجربات بیانیہ انداز میں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔''(7)

بسمینہ کے مطابق مشرف مبشر کا "بوستانِ ایران" اس کتاب کا سب سے نیا اور تازہ سفر نامہ ہے۔ 2018 میں لکھا گیا یہ سفر نامہ جدید دور کی عورت کی نمائندگی کرتا ہے۔ انہوں نے لکھا کہ مشرف مبشر نے ایران کی تاریخ، ثقافت اور مذہبی مقامات کو ایک پڑھی لکھی پختون خاتون کی نظر سے دیکھا۔ ان کی تحریر میں معلومات کا پہلو زیادہ غالب ہے۔ بسمینہ کی رائے میں مشرف مبشر نے ثابت کیا کہ آج کی پختون خاتون صرف روایتی موضوعات تک محدود نہیں، وہ بین الاقوامی تاریخ اور تہذیب پر بھی قلم اٹھا سکتی ہے۔ ان کا انداز تحقیقی ہے جو قدسیہ قدسی کے جذباتی انداز سے بالکل مختلف ہے۔یہ فرق خود ثابت کرتا ہے کہ 1993 سے 2018 تک خواتین کی سوچ کتنی آگے بڑھی ہے۔

''کسی نئے ملک کے شہروں، گلیوں اور بازاروں سے گزر ہو تو آس پاس کے نظارے بڑے انوکھے اور دلچسپ لگتے ہیں، ہر عام سی چیز کو ندیدوں کی طرح دیکھتا ہے خواتین کو قدرتی طور پر خریداری کا شوق ہوتا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی خاتون کسی دوسرے ملک جائے اور خریداری نہ کرے۔ تمام خواتین کے سفر ناموں میں جو بات مشترک ہے وہ ہے بازاروں کا ذکر اور اس میں موجود اشیاء اور اُن کی خوبصورت، نفاست اور قیمتوں کا ذکر ہوتا ہے۔ سفر نامے کی ایک بڑی بات یہ ہوتی ہے کہ وہ قاری کے دل میں سیر کا شوق پیدا کرے اور سفر نامے میں کسی منظر یا جگہ کے بارے میں قاری پڑھے تو وہ اس جگہ کو دیکھنے کے لئے بے چین ہو جائے، اس کا مطلب ہے سفر نامہ نگار اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔''(8)

سفر نامہ ادب کی وہ صنف ہے جس میں مصنف اپنے سفر کے دوران حاصل ہونے والے انفرادی تجربات، مشاہدات اور محسوسات کو حقائق کی روشنی میں قلمبند کرتا ہے۔ انگریزی ادب میں اس صنف کے لیے "ٹریولاگ" کی اصطلاح مستعمل ہے جس میں سفر کی روداد کے ساتھ خودکلامی اور مکالماتی انداز بھی پایا جاتا ہے۔یہ صنف اپنے عہد کی آئینہ دار ہوتی

ہے۔ سفر نامہ میں جغرافیائی وسعتوں، تاریخی واقعات، سیاسی منظرنامے اور معاشی حالات کا تفصیلی احوال ملتا ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں یہ صنف پائی جاتی ہے اور معلومات کی فراہمی کا ایک اہم ذریعہ سمجھی جاتی ہے۔ سفر نامہ نگاری کا آغاز قدیم زمانے سے ہی ملتا ہے، تاہم جدید دور میں اس نے ایک منظم ادبی صنف کی شکل اختیار کر لی ہے۔سفر نامہ نویس کا بنیادی کام اپنے مشاہدات کو ترتیب وار بیان کرنا ہے۔ وہ مناظر کی عکاسی کے ساتھ ساتھ مقامی لوگوں کے اطوار، رسم و رواج اور تہذیب و تمدن کو بھی اپنے بیانیے کا حصہ بناتا ہے۔ اس صنف میں ابتداء، وسط اور اختتام کی تقسیم واضح ہوتی ہے، تاہم بعض سفرنامے غیر روایتی انداز میں بھی لکھے گئے ہیں۔ بہرحال سفر نامہ نگاری کی بنیادی تکنیک مختلف ہو سکتی ہے لیکن اس کا مقصد ہمیشہ قاری کو سفر کے تجربے سے ہمکنار کرنا ہوتا ہے۔اس بارے میں ڈاکٹر انوار سدید لکھتے ہیں:

> "ایک اچھے سفر نامے میں ایک سیاح اور ادیب دونوں ہاتھ ملا کر چلتے ہیں۔ سیاح اپنے تیز باصرہ سے ماحول کی جزیات کو سمیٹتا ہے، ادیب ان کی جزیات کو خوبصورت، دل کش اور جاذب توجہ اسلوب میں یوں پیش کرتا ہے کہ پورا منظر متحرک ہو کر قاری سے ہم کلام ہو جاتا ہے۔"(9)

یسمینہ کے مطالعے کے مطابق 1993 سے 2003 تک کی خواتین سفر نامہ نگاروں نے بنیاد رکھی۔ قدسیہ قدسی کی "گرد سفر" 1993 میں مقامی وادیوں کا نقشہ کھینچتی ہے تو مسرت جہاں کی "خوشبوؤں کے دِیس میں" 1998 میں مناظر کی خوشبو اور رنگ کو الفاظ دیتی ہیں۔ سلمیٰ شاہین 2003 میں "دل اور آنکھیں چین میں" کے ساتھ پہلی خاتون بنیں جنہوں نے بیرون ملک سفر کو قلمبند کیا۔ مصنفہ لکھتی ہیں کہ ان تینوں کا مشترک نکتہ "جذبات کی گہرائی" ہے۔ یہ مرد مصنفین کی طرح صرف فاصلہ اور وقت نہیں گنتے بلکہ ہر جگہ کے لوگوں کے دل کا حال بھی لکھتی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ قدسیہ نے اندرون ملک جرات دکھائی، مسرت نے فطرت کو محسوس کیا، اور سلمیٰ نے دنیا کو دیکھ کر واپس آ کر اپنی ثقافت کی قدر بڑھا دی۔

"مصنفہ اور اُن کے وفد کی ایرانی خواتین شاعرات اور ادباء سے گفتگو ہو رہی تھی اس گفتگو کا موضوع ایرانی جنگ اور اسلامی انقلاب میں خواتین کا کردار تھا۔ایرانی خواتین میں شامل خانم سیدہ اعظمیٰ حسینی نے بتایا کہ اس جنگ میں خواتین نے بہت قربانیاں دیں ہیں۔خواتین نے مردوں کے شانہ بشانہ اس جنگ میں حصہ لیااور جو خواتین باقاعدہ حصہ نہ لے سکی انہوں نے مالی تعاون کیا۔ایک خاتون نے جنگی واقعات پر مشتمل سچی کہانیاں لکھی جس کو بہت زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی۔اس کتاب کو بار بار شائع کیا گیا یہاں تک کہ اس کی اشاعت نے ایک ریکاڈ بنایا۔"(10)

بسمینہ 2012اور2014 کے دور کو "بصیرت کا دور" کہتی ہیں۔ آفتاب اقبال بانو "لینڈ ڈامیگرنٹ" اور "سرزمینِ سپین" میں مغرب و مشرق کا موازنہ کرتی ہیں۔ مشرف مبشر "بوستانِ ایران" میں مذہبی و تاریخی مقامات کو تحقیقی نظر سے دیکھتی ہیں۔ رفت ناصر علی" امریکہ کتنا دور کتنا پاس" میوزیم اور تہذیب کے زاویے سے سفر کرتی ہیں۔ بسمینہ کے نزدیک ان تینوں کی خاصیت یہ ہے کہ یہ صرف سیاح نہیں بلکہ استاد ہیں۔ یہ سفر کر کے واپس آ کر اپنی قوم کی لڑکیوں کو بتاتی ہیں کہ تعلیم اور مشاہدہ کیسے سوچ بدلتا ہے۔ان کا انداز جذباتی انداز سے زیادہ تجزیاتی اور تعلیمی ہے۔

"آفتاب اقبال بانو اور مشرف مبشر کے سفر ناموں میں اس ملک کی تاریخ پر بھرپور معلومات ملتی ہیں۔یہ معلومات جغرافیہ،تاریخی واقعات،قدیم عمارتوں اور مساجد کی تاریخ اور اس ملک کی تہذیب وثقافت کے بارے میں قاری کے علم میں بہت اضافہ کرتے ہیں۔آج کل کے سفر ناموں میں جنسی نگاری پر بہت زور دیا جاتا ہے۔اور باقاعدہ اس عنوان پر کتابیں لکھی جا چکی ہیں مثلاً"اردو سفر نامے میں جنس نگاری کا رجحان"خواتین ان باتوں کو شرعی شرم وحیااور فطری رجحان کی وجہ سے دور رہتی ہیں۔یہاں تک کے رفعت علی کے امریکہ کے سفر نامے میں آپ کو ایک سطر بھی ایسی نہیں ملتی کہ مصنفہ کی نظر سے کوئی ایسا منظر گزرا ہو یا کوئی ایسی بات سنی ہو۔"(11)

بسمینہ نے اس تصنیف کے ذریعے یہ ثابت کیا ہے کہ خواتین سفرنامہ نگاروں نے ادب کی اس صنف کو ایک نیا رنگ و آہنگ عطا کیا ہے۔ انہوں نے روایتی بیانیے سے ہٹ کر اپنے منفرد اندازِ تحریر سے نسائی سفرنامہ نگاری کو ایک الگ شناخت بخشی ہے۔ اس زمانے میں جب معاشرہ خواتین کے سفر کو غیر معمولی سمجھتا تھا، ان خواتین نے سفر کو اپنی ترجیح بناتے ہوئے تاریخ میں اپنا نام رقم کیا۔س مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ بسمینہ کی یہ تصنیف خیبر پختونخوا کی نسائی ادبی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

> ''ایک اچھے سفرنامے کی ایک اہم خوبی موازنہ بھی ہے جہاں مصنف کوئی اہم چیز دیکھتا ہے اُس کا موازنہ اپنے ملک کی چیزوں یا لوگوں یا رسموں ورواج سے کرتا ہے۔ایک اچھا تخلیق کار اپنی صلاحیت کی بدولت ایک اچھا موازنہ پیش کرتا ہے۔اس موازنے میں تخلیق کار کو ہمیشہ غیر جانبدار ہو کر موازنہ کرنا ہوتا ہے اگر وہ جانبدار ہو کر موازنہ کرے گا تو اُس پر تعصب پرستی کا الزام لگ جائے گا اور اس طرح اُس کی تخلیق اعلیٰ ادب کی تخلیق کے درجے پر فائز نہیں ہو سکے گی۔''(12)

اردو ادب کی سفرنامہ نگاری میں نسائی کردار صرف قلم تک محدود نہیں رہا بلکہ خواتین نے عملی سیاحت میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ انہوں نے مغرب کے نوادرِ فطرت کا مشاہدہ کرنے کے ساتھ ساتھ مشرق کے حیرت انگیز مشاہدات اور تکنیکی ترقی کو بھی اپنی تحریر کا موضوع بنایا۔بسمینہ نے اپنی کتاب "خیبر پختونخوا میں خواتین سفرنامہ نگار ایک مطالعہ" میں تحقیقی عینک سے نسائی بیانیے کا جائزہ پیش کیا ہے۔ انہوں نے عورت کے طبعی مزاج، فکری نظریات، انفرادی شناخت اور نفسیاتی کیفیات کو اجاگر کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ خواتین گھریلو حدود سے نکل کر مشکلات و اذیت کا مقابلہ کرتے ہوئے زندگی کی شاہراہ پر گامزن ہو چکی ہیں۔

ڈاکٹر بسمینہ سراج کی کتاب" خیبر پختونخوا میں خواتین سفرنامہ نگارایک مطالعہ دسمبر 2019 میں شائع ہوئی اور اس نے اردو ادب میں ایک نئی بحث چھیڑ دی۔ بسمینہ نے خواتین مصنفات کے سفرناموں پر تحقیق سے یہ ثابت کرتی ہے کہ

خیبر پختونخوا کی عورتیں صرف گھر کی کہانیاں نہیں لکھتیں، وہ پہاڑوں، صحراؤں اور بیرون ملک کی تہذیبوں کا سفر بھی کرتی ہیں۔ اس کتاب کی اہمیت اس لیے بڑھ جاتی ہے کہ اس سے پہلے پختون خواتین کے سفرناموں پر کوئی جامع تنقیدی کام موجود نہیں تھا۔ بسمینہ کا مقصد صرف تعریف کرنا نہیں بلکہ یہ دکھانا تھا کہ خواتین کا نسائی نقطہ نظر ادب کو کیسے امیر بناتا ہے۔

> "آج کی عورت یہاں ہر کام کرنے میں آزاد ہے۔اُن پر کہیں بھی کسی طرح کی پابندی نہیں ہاں سوائے ان کاموں کے کہ جہاں اُن کی نسوانیت کو ٹھیس پہنچے۔یا اُن کی قدرتی جسمانی بناوٹ اُس کام کو برداشت کرنے کے قابل نہ ہو، جیسے سڑکوں ،پلوں ،کھدائی اور بھاری مشینوں پر کام، کیوں کہ عورت کو ماں بننا ہوتا ہے۔۔۔خواتین فوجی ٹریننگ لیتی ہیں۔ہر قسم کا سماجی کام کرتی ہیں۔بہت سی نوجوان لڑکیاں اور خواتین اپنی چھٹیوں اور فالتو وقت میں دور دراز کے گاؤں ، دیہاتوں، قصبوں میں جاکر والنٹیر لی ان پڑھ بچیوں اور خواتین کو تعلیم دیتی ہیں ،ہنر سکھاتی ہیں،دین کے متعلق بتاتی ہیں،پورے ملک کے بچوں کو پولیوں ڈراپس یہی خواتین پلاتی ہیں۔ایران عراق جنگ کے دوران ان خواتین نے فوجیوں کی بے انتہا مدد کی انہوں نے گھروں کو ہسپتالوں میں منتقل کر دیا۔زخمیوں کی مرہم پٹی،آرام اور علاج کا خیال کرتی تھیں جنگ میں بے گھر ہونے والے لوگوں کو کھانااور ضروریات زندگی فراہم کرناان کی ذمہ داری تھی۔"(13)

سفرنامہ اقوام و ممالک کے حالات سے آگاہی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ یہ قدرت، حقیقت، تہذیب و تمدن اور انسانی زندگی کی تاریخی روداد کو محفوظ کرنے کا روشن ستارہ ہے۔ اسی حقیقت کے پیشِ نظر بسمینہ نے اپنی کتاب "خیبر پختونخوا میں خواتین سفرنامہ نگارایک مطالعہ" میں خواتین سفرنامہ نگاروں کے بیانیے کا تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے۔ان سفرناموں میں اردو زبان کے استعمال، سفر کی معلومات، جنگ و جدل اور موضوع کے تناظر میں مناسب اشعار کا بر محل استعمال

دیکھنے کو ملتا ہے۔ مصنفہ نے ان تحریروں کے ذریعے قاری کے سامنے وہ پہلو اجاگر کیے ہیں جن پر مقامی سفرنامہ نویسوں کی توجہِ خاص مرکوز ہوئی۔

سفرنامہ نگاری کی بنیادی شرط عینی مشاہدات کی عکاسی ہے۔ ہر سفرنامہ نویس کا اپنا منفرد بیانیہ انداز ہوتا ہے جو اس کے افکار، اندازِ تحریر اور نقطہ نظر کی عکاسی کرتا ہے۔ اس حوالے سے بسمینہ کے مطابق 2014 کے بعد کی خواتین "جدید پختون خاتون" کی نمائندہ ہیں۔ عطیہ پروین "دوستی کا سفر" میں ترقی کو دیکھتی ہیں تو مشرف مبشر "بوستانِ ایران" 2018 میں بین الاقوامی تاریخ کو سمجھتی ہیں۔مصنفہ کی نظر میں ان دونوں کا انداز بالکل مختلف ہے۔ ایک نے سفر کی جرات لکھی تو دوسری نے سفر کے علم۔ ان کی تحریر میں اعتماد، معلومات اور عالمی شعور ہے۔ یہ ثابت کرتی ہیں کہ 25 سال میں پختون خاتون گھر کی دہلیز سے نکل کر عالمی مکالمے کا حصہ بن گئی ہے۔

> "یہ تو شہر داری منطقہ 3 تہران کا آئیڈیا ہے کہ پارک میں بھی کتب خانے کی موجودگی لازمی ہے۔ ہم بھی کتابوں کا دیدار کرنے اندر چلے گئے۔ خیال تھا کہ خواتین کے لئے گھر گرستی کے امور کی کتابیں اور ہلکے پھلکے تفریحی قسم کے رسائل ہونگے۔ لیکن یہاں تو کالج اور یونیورسٹی کا کتب خانہ موجود تھا۔ قدیم وجدید فارسی ادب، خواجہ حافظ ، شیخ سعدی، فردوسی اور رازی کی تخلیقات کا خزانہ الماریوں میں محفوظ تھا۔ کتب خانے کا عملہ بھی موجود تھا، شہر داری تہران کی انتظامیہ کو داد دینی پڑی۔ معاملہ فہمی، دور اندیشی اور دور بینی ۔۔۔۔ قوم کی تربیت اور خیر خواہی کے جذبے ہر قدم پر موجود تھے۔ کھیل، تفریح میں بھی ذہنی، روحانی اور قومی تربیت کے مواقع فراہم کئے جارہے تھے۔"(14)

بسمینہ نے ثابت کیا ہے کہ خیبر پختونخوا کی خواتین مصنفات مرد مصنفین کے مقابلے میں غیر مقامی سفرنامہ نگاری میں پیچھے نہیں رہیں۔ انہوں نے تحقیقی کام کے لیے جن سفرناموں کو موضوعِ بحث بنایا ہے ان سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ مشرقی خواتین مصنفات نے اصلاحی زاویے سے مقبولیت، ذرائعِ آمد و رفت، سہولیات، علمی و ادبی رفاقت اور مختلف اطوار کے استعمال کو اپنے بیانیے کا حصہ بنایا ہے۔ اس طرح انہوں نے اردو ادب کی اس صنف کو ایک نئی جہت

عطا کی ہے۔بسمینہ کا یہ مطالعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ نسائی سفر نامہ نگاری صرف واقعات کی داستان نہیں بلکہ سماجی و تاریخی شعور کی عکاسی بھی ہے۔

"ماضی کے مقابلے میں گزشتہ چند برسوں میں اردو سفر ناموں کی تعداد میں اچھا خاصہ اضافہ ہوا ہے۔اور آئے دن نئے نئے سفر نامے لکھے جارہے ہیں اور شائع ہو رہے ہیں اور قاری اس کو دلچسپی سے پڑھ رہے ہیں۔اس کی ایک توجہ تو یہ ہے کہ سفر کی سہولتیں بہت بڑھ گئی ہیں اور دنیا ایک گلوبل ویلج میں تبدیل ہوگئی ہے۔اور دوسرا یہ کہ سفر کرنے والوں میں سیاحوں کے علاوہ ادیب، شاعر، طالب علم، قانون دان، کاروباری حضرات، خواتین شامل ہیں۔یہ لوگ مختلف وجوہات کی وجہ سے سفر کرتے ہیں اور پھر سفر کی روداد اور حالات، واقعات اور مشاہدات کا اظہار تحریری طور پر کرتے ہیں جس کو پڑھ کر قاری لطف لیتے ہیں۔"(15)

تحریری خصوصیات سفر ناموں میں نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ جن سفر نامہ نگاروں نے اپنے بیانیے میں عینی مشاہدات، پیش آمدہ واقعات اور تجرباتی کیفیات کے ساتھ احساسی پہلوؤں کو بھی شامل کیا ہے، ان کی تحریر قاری پر گہرا اثر چھوڑتی ہے۔ بسمینہ کی تنقیدی پرکھ میں سلاست و دلآویزی پائی جاتی ہے۔ انہوں نے اپنے بیانیے میں تمام عناصر کے ساتھ دلکش عبارت، فطرت نگاری کی لطافت، تہذیب کی عکاسی، معاشرتی بندش اور اصلاحی پہلو کو مدنظر رکھا ہے۔

موصوفہ نے حسین مرقع کاری، تشبیہات و استعارات، لفظوں کی نشست و برخاست اور روانی کا اس مہارت سے استعمال کیا ہے کہ قاری کسی بھی مقام پر اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا۔ مصنفہ کی منظر نگاری میں ایک صحیح و صادق منظر اور حقیقت پسندانہ عکاسی ملتی ہے۔ "خیبر پختونخوا میں خواتین سفر نامہ نگارایک مطالعہ" میں انہوں نے خواتین سفر نامہ نگاروں کے بیانیے کو اس طرح پیش کیا ہے کہ قاری خود کو ان مناظر کا حصہ محسوس کرتا ہے۔ یہ تحقیقی مطالعہ سفر نامہ کی معلومات سے پر ہے جملہ ملاحظہ ہو:

''جب کوئی سیاح کسی علاقے یا ملک کا سفر کرتا ہے تو کچھ مقامات ایسے ضرور ہوتے ہیں جن کی سیر کرنے پر وہ وہاں کے فطری مناظر، پہاڑ، جھیل، دریا یا دیگر خصوصیات اُسے قلم اُٹھانے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ مقامات اور فطری مناظر کا اظہار سفر نامہ نگار کچھ اس فطری انداز سے کرتا ہے کہ قاری بھی سفر نامہ نگار کے ساتھ خود کو سفر کرتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ یا سفر نامہ نگار جو منظر بیان کرتا ہے وہ منظر اتنا دلآویز ہوتا ہے جسے پڑھ کر قاری محسوس کرتا ہے کہ وہ اس منظر میں خود موجود ہے اور اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہا ہے۔''(16)

بسمینہ نے اپنی تصنیف "خیبر پختونخوا کی خواتین سفر نامہ نگار ایک مطالعہ" میں خواتین سفر نامہ نگاروں کے کارناموں پر جو تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے وہ لائقِ تحسین ہے۔ یہ تحقیق صرف مادی فائدہ، شہرت پسندی یا عہدے کے حصول کے لیے نہیں بلکہ تہذیب، اخلاق، جستجو اور دیانت داری کے ساتھ حقائق کو آشکار کرنے کی ایک مخلصانہ کاوش ہے۔موصوفہ نے اپنی ذمہ داری کو ادا کرتے ہوئے اس تحقیق کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے جس میں محنت، مشقت، تلاش اور دیانت داری نمایاں ہے۔ اس تصنیف میں ادبی قدر کے ساتھ ساتھ سماجی شعور بھی موجود ہے۔ مصنفہ نے نہایت عرق ریزی سے کتاب تحریر کی ہے جس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنے کام سے عشق کرتی ہیں۔اس کتاب میں عورت کے عزم، نسائی فکری نظریات اور عورت کی جستجو کو بخوبی اجاگر کیا گیا ہے۔ مصنفہ نے اس تصنیف میں شامل سفر ناموں کے ذریعے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ عورت قوتِ ارادی کی ایک اچھی مثال ہے۔ انہوں نے عورت کی ذات کی نفسیات میں اتر کر اس کے کرب، درد اور احساس کو محسوس کرنے کی کامیاب کاوش کی ہے جو اس کی فکر انگیز بصیرت پر دال ہے۔ "خیبر پختونخوا میں خواتین سفر نامہ نگار ایک مطالعہ" سے ایک تنقیدی اقتباس ملاحظہ کیجیے:

''قدسیہ قدسی ایک حساس شاعرہ اور درد مند خاتون ہیں سیاحت کرنا اور سفر نامے لکھنا ان کا شوق ہے۔اُن کی تحریر کی اگر کوئی خرابی ہے تو بے جا نقص نے ان کی تحریر کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ وہ جہاں کوئی خوبصورت منظر بیان کرتی ہیں وہ اس اختصار کی نظر ہو جاتا ہے وہ اس منظر کو چھو کر آگے بڑھ جاتی ہیں اور تشنگی کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی نقص کی بدلت آٹھ

ملکوں کی سیر کو ایک سو چودہ(114) صفحات میں بیان کیا ہے جبکہ ان آٹھ ممالک کی سیر پر (114)،(114) کے صفحات کے آٹھ سفر نامے لکھے جا سکتے تھے۔جب میں نے اُن سے اس پر بات کی تو اُن کا موقف تھا قارئین بور نہ ہو جائیں۔ مصفہ کی ایک عادت ہے کہ وہ ہر جگہ ہر چیز کا موازنہ اپنے ملک سے کرتی ہیں۔ بقول مصنفہ میرے لکھنے کی ایک وجہ تہذیب وثقافت کے موازنے سے اپنی تہذیب وثقافت کو بہتر بنانا ہے۔''(17)

بسمینہ اپنے پورے مطالعے میں ایک بات پر زور دیتی ہیں کہ خواتین سفرنامہ نگاروں کا انداز مردوں سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ مرد مصنفین فاصلے، نقشے اور تاریخی واقعات گنتے ہیں، جبکہ قدسیہ قدسی سے لے کر مشرف مبشر تک تمام خواتین نے "رشتے، احساسات اور روزمرہ زندگی" کو مرکز میں رکھا۔ بسمینہ سراج لکھتی ہیں کہ جب سلمیٰ شاہین سپین کے بازار میں جاتی ہیں تو وہ دکانوں کی تعداد نہیں گنتیں بلکہ وہاں کی عورتوں کے چہرے پڑھتی ہیں۔ جب بشریٰ فرخ ایران کے مزار پر جاتی ہیں تو وہ عمارت کی تاریخ کے ساتھ وہاں روتی ہوئی زائرہ کے دل کا حال بھی لکھتی ہیں۔ یہی نسائی بصیرت ہے جو اس کتاب کو عام سفرناموں سے الگ کرتی ہے۔آخر میں بسمینہ اس نتیجے پر پہنچتی ہیں کہ خیبرپختونخوا کی خواتین سفرنامہ نگاری 1993 کی قدسیہ قدسی کی جرات سے شروع ہو کر 2018 کی مشرف مبشر کی عالمی بصیرت تک پہنچی ہے۔ یہ 25 سال کا سفر صرف جغرافیائی نہیں بلکہ ذہنی سفر بھی ہے۔ اس کتاب نے ثابت کیا کہ پختون خاتون اب پردے کے پیچھے سے نکل کر دنیا کو دیکھ بھی سکتی ہے اور اس پر رائے بھی دے سکتی ہے۔ بسمینہ کا یہ مطالعہ آنے والی نسلوں کے لیے ایک دستاویز ہے جو بتائے گا کہ جب لڑکیوں کو قلم دیا جائے تو وہ صرف داستان نہیں لکھتیں، وہ تاریخ بھی رقم کر دیتی ہیں۔

''قدسیہ سیر وسیاحت کی شوقین ہیں۔انہوں نے زندگی میں ملازمت سے جو کچھ کمایا اسے سیر و سیاحت پر لگا دیا۔ان کا سیاحت کا یہ شوق کافی مہنگا ہے لیکن اس شوق کے ساتھ ان کا ادبی شوق سفر نامہ کی صورت میں پورا ہو جاتا ہے۔ان کے دو سفر نامے بہت مختصر مگر بھرپور معلومات اور خوبصورت منظر کشی اور دلکش اسلوب کی بدولت قاری ان کے ساتھ خود کو سفر میں

شریک سمجھتا ہے ان کے سفر ناموں میں بوجھل پن نہیں ہے۔ جس وقت مشاعروں میں خواتین کا جانا اور شعر پڑھنا معیوب سمجھا جاتا تھا آپ اس وقت اکیلی خاتون شاعرہ کی حثیت سے مشاعرہ میں شرکت کرکے قارئین سے داد حاصل کرتی تھیں۔ خیبر پختونخوا کی خواتین ادبا میں آپ کا نام سرفہرست اور سنہرے حروف سے لکھا جائے گا۔ آپ اپنی ادبی خدمات کی وجہ سے صوبہ کی لکھنے والی خواتین کے لئے ایک رول ماڈل ہیں۔ آپ نے نامساعد حالات کے باوجود ہار نہیں مانی اور قلم سے اپنا رشتہ برقرار رکھا۔"(18)

حوالہ جات

1۔ڈاکٹر قدسیہ قریشی، اردو سفر نامے انیسویں صدی میں، ص49

2۔ڈاکٹر یسمینہ سراج، خیبر پختونخوا میں خواتین سفر نامہ نگار ایک مطالعہ، اعراف پرنٹر محلہ جنگی پشاور، دسمبر 2019ء ص6

3۔بیک فلپ، خیبر پختونخوا میں خواتین سفر نامہ نگار ایک مطالعہ، ڈاکٹر نثار ترابی، دسمبر 2019ء

4۔ایضاً۔ 5،6

5۔ایضاً۔ 188

6۔ایضاً۔ 98،99

7۔ایضاً۔ غفور شاہ قاسم، پاکستان میں سفر نامہ ایک اجمالی مطالعہ مشمولہ سہ ماہی الزبیر، سفر نامہ نمبر، ص48

8۔ایضاً۔ 160،61

9۔ایضاً۔ ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب میں سفر نامہ، اردو اکیڈمی مغربی پاکستان لاہور، 1978، ص71

10۔ایضاً۔ 142،143

11۔ ایضاً ۔190

12۔ ایضاً ۔163

13۔ ایضاً ۔142،143

14۔ مشرف مبشر، بوستانِ ایران، اعراف پرنٹر محلہ جنگی پشاور، 2018ء، ص57

15۔ ایضاً ۔14

16۔ ایضاً ۔105

17۔ ایضاً ۔188،189

18۔ ایضاً ۔61،62

References:

1. Dr. Qudsia Qureshi, *Urdu Travelogues in the Nineteenth Century*, p. 49.

2. Dr. Basmina Siraj, *Women Travelogue Writers in Khyber Pakhtunkhwa: A Study*, A'raf Printers, Mohallah Jangi, Peshawar, December 2019, p. 6.

3. Back flap, *Women Travelogue Writers in Khyber Pakhtunkhwa: A Study*, Dr. Nisar Turabi, December 2019.

4. Ibid., 5, 6.

5. Ibid., 188.

6. Ibid., 98, 99.

7. Ibid.; Ghafoor Shah Qasim, "Travelogues in Pakistan: A Brief Study," included in *Quarterly Al-Zubair* (Travelogue Issue), p. 48.

8. Ibid., 160, 61.

9. Ibid.; Dr. Anwar Sadeed, *Travelogues in Urdu Literature*, Urdu Academy West Pakistan, Lahore, 1978, p. 71.

10. Ibid., 142, 143.

11. Ibid., 190.

12. Ibid., 163.

13. Ibid., 142, 143.

14. Musharraf Mubashir, *Bostan-e-Iran*, A'raf Printers, Mohallah Jangi, Peshawar, 2018, p. 57.

15. Ibid., 14.

16. Ibid., 105.

17. Ibid., 188, 189.

18. Ibid., 61, 62.